شاہ نواز شاہ، اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ فارسی، کشمیر یونیورسٹی سرینگر

فارسی شاعری کی تاریخی اہمیت:
کشمیر میں مغل دور کے حوالے سے

محبان فارسی اور علم دوستوں کیلئے یہ ایک سنجیدہ مسئلہ بن گیا ہے کہ فارسی زبان کو ان معاشروں میں کیسے زندہ رکھا جائے جہاں ایک طرف یہ سینکڑوں سالوں تک سرکاری اور علمی و ادبی زبان رہی ہو اور وہی دوسری طرف یہ سرپرستی کھو کر اب آخری سانس لے رہی ہو۔ جملہ امورات کو ذہن میں رکھتے ہوئے دانشوروں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ جب تک ان تمام علمی سرچشموں کو دنیا کے سامنے منکشف نہ کیا جائے جو حیات انسانی کے ہر شعبے سے متعلق ہیں تب تک ممکن نہیں کہ جدید مسایل سے یہ زبان آنکھیں چار کرنے کی تب و تاب سے مملور ہے اس لیے یہ پُر زور مطالبہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فارسی زبان میں دلچسپی پیدا کرنے کی امید صرف اور صرف اس زبان میں مضمر بیش قیمت سرمایہ علم و ادب، دانش و بیش، حکمت و حشمت کو سامنے لانے کے تفاعل سے مشروط ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ فارسی زبان کو صدیوں تک برصغیر ہند اور بالخصوص کشمیر کے سرکاری ایوانوں میں سرکاری زبان اور دانشورانہ زبان ہونے کا

Scanned with CamScanner

شرف حاصل رہا ہے۔ اسطرح نتیجے کے طور پر فارسی زبان دانشمندی اور معلومات کا گہوارہ ہے۔ اس دعوے کی اہمیت اور افادیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے آجکل کے محقق اس طرح کے موضوعات کو اپنی تحقیق کا محور و مرکز بناتے ہیں اس کے علاوہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اظہر من الشمس ہے کہ جو معلومات ہم ان غیر رسمی ماخذوں سے جمع کر کے حاصل کریں گے وہ ہم ان خاص ادوار کی تاریخ کو منضبط اور مبسوط انداز میں مرتب کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوں گی۔

سرزمینِ کشمیر نے مغل دورِ حکومت میں متعدد ایسے شعراء پیدا کیئے ہیں جن کے شعری کارناموں کو جدید دور کے ناقدین، محقق اور دانشوروں نے مختلف انداز میں منظر عام پر لانے کی کامیاب کوشش کی ہے ایسے قلم کاروں میں پروفیسر عبدالقادر سروری، پروفیسر شمس الدین احمد، پروفیسر محمد صدیق نیاز مند، پرفیسر غلام رسول جان، ڈاکٹر محمد امین قادری، پروفیسر سیدہ رقیہ، پروفیسر محمد منور مسعودی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کشمیری نژاد شعراء کے علاوہ بہت سارے ہندوستانی اور ایرانی شعراء نے خطہ کشمیر کو یا تو اپنے سکونت کا شرفِ خاص بخش کر یہاں کے علمی اور ادبی ماحول کو دھنک جیسے رنگ عطا کیئے یا تو متواتر کشمیر کی سیاحت کر کے اس کی خوبصورت اور پُرکشش فضاؤں، کوہساروں، آبشاروں اور مرغزاروں سے متاثر ہو کر ان کو اپنے تخلیقی کینواس پر فنکارانہ ہنرمندی کے ساتھ بکھیر دیا۔ ان کے فنی، تخلیقی، علمی، جمالیاتی اور ثقافتی مظاہر اور خاص طور پر شعری کارناموں کو یہاں کے مقامی اور غیر مقامی دانشوروں نے نمایاں کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، تاہم مغل دورِ حکومت سے متعلق ہماری تاریخ کے ان متنوع اور مختلف مخفی گوشوں پر سے ابھی تک گردشِ لیل و

نہار کی دبیز چادر نہیں ہٹائی گئی جو اس زمانے کی شاعری کی تہوں اور طرفوں میں مضمر ہے۔ اس لئے وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اس خاص دور کی فارسی شاعری اور تاریخ کے ان مخفی گوشوں کو تحقیق کی روشنی سے منور کیا جائے جس سے شاعری کے محاسن کے ساتھ ساتھ اس کی تاریخی اہمیت بھی اجاگر ہو سکے گی۔

ہمارے ماضی کی سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تمدنی زندگی کو روشناس کرنے میں فارسی شاعری کی کیا اہمیت ہے؟ اسکو اجاگر کرنے کے لئے راقم الحروف اس مقالے میں کشمیر میں مغل دور کی شاعری سے چند ایسی مثالیں پیش کرے گا جو مغل دور اقتدار کے کشمیر کے پسِ منظر میں تخلیق ہوئی ہوں۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ جب مغل شہنشاہ اکبر نے راجہ بھگوان داس کو پچاس ہزار سوار اور پیدل فوج کے ہمراہ بارہمولہ کے راستے کشمیر کو فتح کرنے کے لیے بھیج دیا تو جوں یہ خبر یوسف شاہ کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ شکار کے بہانے نکل کر بارہمولہ میں جا کر بیٹھ گیا اور اپنی لشکر کو تین گروہوں میں بانٹ دیا۔ یوسف خان، شمسی چک کو پہ وارہ، اور حسن ملک چاڈورہ، ہرادل اور علم شیر خان ماکری وغیرہ ہم چند اول میں۔ یعقوب شاہ دوسرے امراء اور سرداروں کے ہمراہ ایک طرف متوجہ ہو کر مغلوں کے ساتھ لڑائی کیلئے بڑھے۔ ایسی لڑائیاں ہوئیں کہ رستم داستان بھی ان پر رشک کرتا بالآخر اس خونریز لڑائی میں مغلوں کو بُری طرح سے منہ کی کھانی پڑی۔ ذیل کی مثنوی اس منظر کو یوں بیان کرتی ہے۔

چنان خون روان شد ز دشت نبرد	کہ چون سیل رفتہ ز جا پای مرد
چکا چاک شمشیر برندہ فرق	زمین را بدریای خون کردہ غرق
سنان آتش کین بر افروختہ	پر مرغ را در ہوا سوختہ [1]

Scanned with CamScanner

دوسری طرف بھاری برف باری اور موسلہ دھار بارشوں اور کشمیری فوج کی اقتصادی ناکہ بندی کی وجہ سے مغل افواج کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ خلیل مرجان پوری نے اپنی تصنیف ''تاریخ کشمیر'' میں اس منظر کو ان اشعار سے پیش کیا ہے۔

زابر بر کف کمان شیطان کرد　　از نم و ژالہ تیر باران کرد
متواتر شدہ بر اہل ستیز　　بارش برف سخت باران تیز
واوطوفان آب یاد از نوح　　بست زنجیر موج باب فتوح ۲

اسطرح سے اشیای خوردنی کی شدید قلعت کی وجہ سے حملہ آور افواج کو زبردستی امن معاہدے کی طرف مراجعت کرنا پڑی۔ مقامی فوج کا ایک سپاہی ملا احمد کشمیری جو کہ جنگ میں بذاتِ خود شریک تھا نے ایک مثنوی ''قطعیہ'' یادگار چھوڑی ہے جس کے مندرذیل اشعار قابل ذکر ہیں۔

گر نظر بر ہلال می کردند　　لبِ نانی خیال می کردند
گردن خوددرازمی کردند　　دہن از باز می کردند ۳

اس میں کوئی شک نہیں کہ مغلوں نے کشمیر کو زیر کرنے کے لئے کثیر تعداد میں لاؤ ولشکر اور تیر وتفنگ کام میں لایا لیکن ناقص فوجی حکمت عملی کی وجہ سے تمام بے کار و بے سود۔ اسکے بعد انہوں نے سیم وزر کی تقسیم میں نہایت حد تک سخاوت اور فیاضی سے کام لیا۔ کشمیر کے مزاحمتی اور احتجاجی عناصر کو شاہی دربار کی ثروت مند ملازمتوں سے سر فراز کیا۔ ان حالات و واقعات کا اظہار ''بہارستان شاہی'' کے درج ذیل شعر میں نہایت ہی خوبصورت انداز میں ملتا ہے۔

اگر دانہ لطف باشد کسی بدام آورد مرغ زیرک بسی ۴

کشمیر کے تمام سربرآوردہ رائے نماؤں کوظلم وزبردستی کے چنگل میں پھنسا کر وطن بدر کردیا گیا۔ اگرچہ اُن پر اقتدار کی گدیاں بھی نچھاور کردی گئیں لیکن غریب الوطنی اور ہجرت کی وجہ سے سکون واطمینان کی نیدکبھی بھی نہ سو سکے۔ تاریخ کے اس پہلو کے لبِ لباب کو''بہارستان شاہی'' کے مصنف نے فنکارانہ انداز میں شعری اسلوب میں اسطرح پیش کیا ہے۔

ہر کہ رادر راہِ غربت پائے درگل ماند اومگر درخواب بیند آن دیار خویش را ۵

اپنی سلطنت کو مستحکم بنانے کے لئے اکبر نے ایک ایسی حکمت عملی کو آزمایا جسکو ہم گرامشی کی اصطلاح میں Manufacturing consent یا اپنانا کہیں گے (یہ اٹلی کے مشہور فلسفی تھے جنھوں نے یہ اصطلاح اپنی کتا[Prison note books] میں استعمال کی تھی) یعنی حکمت عملی کے طور پر اور چیزوں کے علاوہ اپنے وقت کے دانشوروں کی سرپرستی کر کے انکو اپنا حمایتی بنایا اور یہ حکمت عملی کارگر ثابت ہوئی یہ شعراء اور دانشور تحصیل زر کی بیڑیاں پہن کر اکبر کی تائید میں رطب اللسان ہوگئے۔ جو کسی بھی خطے کو فتح کرنے میں بادشاہ وقت کے لئے کامیابی کا ایک اہم عنصر بن جاتا ہے اکبر کو اس کی وفات پر لکھی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملا مظہری کو اکبر نے میر بحری کے منصب پر، جو اس فیض آثار خطے کے اہم ترین منصبوں میں سے تھا ممتاز اور سرفراز کیا۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

پادشہ اکبر کہ پنجاہ و دو سال عدل او ظلم زحل سیمای سوخت
ہر کجار خشش زجنبش نعل راند خسرو آن راچتر گردون سامی سوخت

Scanned with CamScanner

ناگہان باد اجل بر شمع خورد　　جامہ فانوس بزم آرای سوخت
دولت شاہیش چون جای کرم　　نعر ہزدگر سون کہ خیز آنجای سوخت
مظہر از صاحبقران تاریخ جست　　گفت: ''از ین حسرت دلِ چغتای سوخت'' ۶

کشمیر کی سلطنت کے امور کو بہ حسن وخوبی چلانے کے لئے اکبر نے ظالم صوبیداروں کو ہٹا کر عنانِ حکومت حکمرانوں کے ہاتھ دے دی۔

جہانگیر کے دورِ حکومت سے مغلوں نے اپنے اولین طریقہ کار میں تبدیلی لا کر کشمیریوں کو کچھ اعلیٰ عہدوں پر فائیز کیا ان میں چاڈورہ کا حیدر ملک ایک اہم منصب پر فائیز تھا اس نے کشمیریوں کو ظلم وستم سے نجات دینے میں کافی جدوجہد کی۔ کشمیریوں میں خوب سے خوب تر کی تلاش وجستجو نے اس کو نہایت اعلیٰ انتظامی مقام تک پہنچا دیا۔ جس کا فنکارانہ اظہار ''بہارستان شاہی'' کے ان اشعار میں ہوا ہے۔

حارس عدل وے از بس کہ سیاست فرمود　　فتنہ بگریز بصد مرحلہ از مشعلۂ دود
ضبط شان نوع کہ شاہان اقالیم دگر
وز گدائی نتواند زدنی سیلی جور ۷

مغل دورِ حکومت میں اس سرزمین نے کچھ ایسے تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا جو اہلِ کشمیر کے لئے نہایت ہی ضرر رساں ثابت ہوئیں۔ انہوں نے محصول کی شرح ایک تہائی سے حیرت انگیز طور پر بڑھا کر پچاس فیصد کر دی جس نے مظلوم ومقہور کاشتکاروں سے ان کی پیداوار ہی چھین لی۔ علاوہ ازین مغل صوبیداروں نے غیر قانونی محصول عائید کرنے سے بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ نیز زعفران کی پنکھڑیوں سے پتی کاٹنے پر مامور مزدوروں کی اجرت میں بھی تشویش ناک حد تک

تخفیف کردی گئی۔ ان سب حالات سے بڑی ستم ظرفی یہ تھی کہ ملکِ کشمیر کا مالی سرمایہ مغل شہنشاہت کے دارالخلافہ اور دوسرے مغل منصب داروں کے علاقوں کو بلا جواز منتقل کیا گیا۔ اس کے علاوہ کشمیریوں سے اعلیٰ مناصب چھین کر ماتحت خودگریوں پر جبراً تعینات کردیا گیا جس سے ان کی ترقی اور توقیر کے تمام راستے مسدود ہو کر رہ گئے۔ ان انتہائی شرمناک، افسوس ناک، عبرت ناک اور اذیت ناک حادثات و مظالم کو کشمیر کے ایک مشہورِ زمانہ فارسی گو شاعر غنی کشمیری نے اشعاراتی، تشبیہاتی اور علامتی اور مزیہ اسلوب میں اپنی شاعری میں پیش کیا ہے۔ طوالت کے خوف سے بچنے کے لئے یہاں پر چند ایک کو پیش کرنے پر ہی اکتفا کروں گا۔

ہمچو سوزن دایم از پوشش گریزانیم ما	جامہ بہر خلق می دوزیم و عریونیم ما
تا بخت و اژگوں شد معمارِ خانہ ما	گردید چون کمان کج دیوارِ خانہ ما
آتش می تیز سازد مشعلۂ آواز را	برکدوی بادہ باید بست تارِ ساز را
خرقِ عادت کے بکار آید دلِ افسردہ را	گررود برآب نتواں معتقد شد مردہ را ۸

تاریخی حقایق و شواھد کی رو سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ شہنشاہ اکبر مشترکہ تہذیب و ثقافت کا علمبردار تھا اور اسطرح مصلحت پسندی، صبر و تحمل اور مشترکہ تہذیب کے مختلف عناصر سے اعلیٰ تہذیب کے تصور ابھرنا کوئی تعجب خیز یا غیر متوقع امر نہیں ہے۔ تاریخی دستاویزات کے حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ اکبر نے باشندگانِ کشمیر کو مذہبی یا مسلکی بنیادوں پر تفوق یا تفریق نہیں کی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے ہندو مسلم تہذیب کے اس امتزاج کی تشہیر و ترسیل اور توضیع و تعمیر کی جس کو ابوالفضل نے ایک مشہور نظم میں پیش کیا ہے۔ یہ نظم شاعر نے کشمیر میں اپنے دورِ

Scanned with CamScanner

حکومت میں ایک مندر کی تعمیر کے وقت تخلیق کی تھی۔ اور اس نظم کو مندر کے دیواروں پر
نقش کروایا۔ نظم کا متن اسطرح ہے۔

الٰہی بہر خانہ کہ می نگرم جویای تواند — و بہر زبان کہ من شنوم گویائی تو
کفر و اسلام در رہت بویان — وحدہٗ لا شریک لہ گویان
اگر مسجد است بیادِ تو نعرہٗ قدوس میزنند — واگر کلیساست بشوق تو ناقوس می جنبانند

بیت:

ای تیو غمت را دل عشاق نشانہ — خلقی بتو مشغول وتو غایب از مبانہ
گہ معتکف دیرم وگہ ساکن مسجد — یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بہ خانہ

اگر خامانِ ترا بکفر واسلام کارے نیست این ہر دو رادر پردہٗ اسلام تو بارے نہ کفر کافر راو دین دیندار را نعرہٗ وردی دل عطار را۔ این خانہ بنیت ایتلاف قلوب موحدان ہندوستان وخوصاً معبود پرستان عرہمہ کشمیر تعمیر یافتہ۔

بفرمان خدیو تخت وامسر چراغ آفرینش شاہ اکبر نظام اعتدال ہفت معدن کمال امتزاج چار عنصر ہر کہ نظر صدق نینداختہ این خانہ راخراب ساز دباید کہ نخست معبد خود رابینداز د چہ اگر نظر بر دل است باھمہ ساختی است واگر چشم بر آب وگل است ھمہ برانداختی

بیت:

خداوندا چو داد کارداری — مدار کار بر نیست نہادی
توئی بر بارگاہ نیست آگاہ — بہ پیش شاہ داری نیت شاہ ۹

مصلحت پسندی کے تہذیب کی تعمیر وتشہیر کو اربابِ اقتدار کی جو سرپرستی

Scanned with CamScanner

حاصل تھی اس نے اس شدید رجحان کے ظہور پذیر ہونے پر برداشت اور انجذاب کی وکالت کرتے ہوئے اس رجحان کی موجودگی اس دور کی شاعری میں کہیں ہلکے تو گہرے طور پر نظر آتی ہے۔اس دور کے معروف شاعر خواجہ حبیب اللہ حبیؔ کے کلام کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ اکبر اور اسکے درباری نمک خور ابوالفضل سے نہایت حد تک نظریاتی سطح پر ہم آہنگ تھا۔حبیؔ کو اپنے دور کے مختلف مذاہب کے درمیان میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آیا بلکہ یہ سب ایک ہی منزل تک پہنچ جاتے ہیں جیسے کہ حبیؔ اپنے ان اشعار میں فرماتے ہیں ۔

دلا بگو چه این اختلاف ادیان است	یکی چه کافر و دیگر چرا مسلمان است
شد اختلاف همه ز اختلاف آن اسماء	که آن مقابل این، این مقابل آن است
یکیست مظهر هادی که مسلمان آمد	از آنسبب عمل او نه غیر ایمان است
یکیست مظهر اسم مضل و کافر گشت	از آنسبب عمل او نه غیر کفران است
از این دو طایفه راضی همان دو رب خود است	ولیک مرضی این مرضیش نی شایان است
خلاف ملّه و دین نیز رب ارباب است	دران نه کفر نه ایمان نه رشک نه ایقان است ۱۰

چونکہ آپسمیں بھائی چارہ اور قوتِ برداشت مہذب معاشرے کی شناخت بن کر اُبھرے اس لیئے محمد شاہ غازی کے دورِ اقتدار میں ہندو مسلم اور شیعہ سنی فسادات کا وقوع پذیر ہونا کوئی اجنبی بات نہیں ہے کیونکہ مغلیہ حکومت کے شیخ الاسلام محتوی خان کی ناقابل برداشت اور مزاحمت پسند تعلیمات نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا تھا۔ اس واقع کے متعلق اپنی ناپسندگی اور ناراضگی کا اظہار خواجہ احسن اللہ راضی المروف فصاحت خان نے اپنی مثنوی ''آب دار'' میں نہایت ہی فنی اور جمالیاتی خوبیوں کے

Scanned with CamScanner

ساتھ کیا ہے۔ اس مثنوی کے چند اشعار؛ کو یہاں پر پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

ندارد خلد با کشمیر نسبت　　عیاں است این برار بابِ بصیرت
درین گلشن ز رندانِ قدح نوش　　کہ چون بحر نددایم برسر جوش
چنان در شہر و کویش آب جاری است　　کہ ہر یک خواجہ او جویبار تہست
درین گلشن مپرس از چہرہ سبزان　　پری بار آورد باغ سلیمان
تراود چہرہ سبزان را بصد زیب　　مفرّح وار کیفیت ز ترکیب
چون میخانہ است دایم بس کہ شاداب　　بود ہر گل زمینش عالم آب
بوصف این زمین درپیش جمہور　　کنی تمثیل بود این بیت مشہور

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسی را باکسی کارے نباشد

زشور انگیز چندین بے نمک نباشد　　زلوح سینہ نقش عیش حق شد
عجب ہنگامہ گردید ظاہر　　ز جنگ شیعہ وسنی و کافر !!

سلطان سکندر بت شکن کی بنائی ہوئی بڑی مسجد کے ساتھ بھی کئی واقعات پیش آئے۔ ان تمام واقعات کو بھی اس وقت کی شاعری کا جامہ پہنایا گیا ہے ان واقعات سے متعلق درج ذیل اشعار بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

نخستین مسجد جامع ز شہ اسکندر ثانی　　عمارت یافت وانگہ سوخت از تقدیر سجانی
دگر بارہ حسن شاہ آنکہ بود از نسل پاک او　　بشد بانی این مسجد ہم از توفیق ربانی
ولیکن از دو جانب بی ستون آراست بی سقفش　　ز ابراہیم احمد ماگری شدر است تا دانی
ز ہجرت نہصد و نہ بود تا دورِ محمد شاہ　　کہ این جنت سرا شد زینت دین مسلمانی

Scanned with CamScanner

بتاریخ ہزار و بست و نہ از ہجرت سید   بروز عید روزہ سوختہ در نوبت ثانی
ملک حیدر رئیس الملک در عہد جہانگیری   نہاد از نو بنائش باز روز عید قربانی ۱۲

فارسی شاعری کی دوسری اہم خصوصیات کے علاوہ کشمیر میں دینِ اسلام کے دونمایاں رجحانات پر جدت پسندی اور حقیقت پسندی کا اہم تاریخی ماخذ ہے۔ ان دو رجحانات کا اس دور کے تذکروں اور شاعری کے دبیز اور مہین پردوں میں مضمر ہونا یقینی بات ہے۔ ان رجحانات کی بہترین نمایندگی حبیب اللہ حبیؔ اور ملاّ محمد حسینؔ کشمیری اور ان کے شعری سرمایہ سے ہوتی ہے۔ حبیب اللہ حبیؔ نے شریعت کی راہ پر گامزن لوگوں کو ہدف بنا کر موسیقی کو جائیز قرار دیا جبکہ ملاّ محمد حسینؔ کشمیریؔ نے فارسی کے زائیدہ اس اسلام کو مسترد کیا۔ حبیؔ فرماتے ہیں۔

ای چشم تست آفت درس و کتاب ما   کردہ اشارتی سوی چنگ و رباب ما
یک نعمہ است کاشف سر ہزار فصل   یک پردہ است فاتح صد قفل باب ما
آری تنِ خمیدہ زرگہا شود رباب   زان شد کہ دیدہ جام می و دل کباب ما ۱۳

دوسری جانب ملاّ محمد حسینؔ ''ہدایت الاعمیٰ'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''پس باید دانست کہ کسی کہ مخالفِ شرع باشد، اگر از وعجایب و غرایب و خوارق عادات در حالہ حیات و یا در ممات ظاہر شود، آن استدراج است و نشانِ تجلیاتِ او شیطانی است و جنونیت کہ آنچہ در دنیا حاصل کردہ است، بعد از ممات ہمراہ اوست'' ۱۴

[ترجمہ:۔ پس جان لینا چاہئے کہ جو شخص شریعت کے خلاف ہو، اگر دوران حیات یا مرنے کے بعد ایسے شخص سے کشف و کرامات یا خوارق عادات ظاہر ہوں تو وہ اپنی

جانب کھینچنے کا ایک بہانہ ہوگا کیونکہ ایسے شخص کی تجلیات اور کشف وکرامات شیطانی وسوسوں سے مملو اور جنوں پر مبنی ہونگے۔ ایسا شخص جو کچھ دنیا میں کرتا ہے وہی مرنے کے بعد اس کے سر پر سوار ہو جاتا ہے]

اسطرح فارسی شاعری اور تذکروں کی مدد سے یہ راز ہم پر آشکار ہو جاتا ہے کہ تصوف اللہ تعالیٰ جلہ شانہ تک رسائی کا ڈرامائی راستہ نہیں ہے اس کے بجائے تصوف کے مختلف سلسلوں نے مختلف طریقے اپنا لیے جو کبھی کبھار ایک دوسرے سے بھی ممیز وممتاز ہوتے تھے اس تناظر میں ایک مثال یہ پیش کی جاسکتی ہے کہ کچھ صوفیائے کرام وحدۃ الوجود کو اللہ تعالیٰ کے قرب اور خوشنودی کی تحصیل کا اہم ذریعہ سمجھتے ہیں جبکہ بعض وحدۃ الشہود کا راستہ اپنا کر منزل کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ اسطرح دیکھا جائے تو وسط ایشائی صوفی سلسلوں مثلاً سہروردی اور نقشبندی اور کشمیر کے ریشی سلسلہ میں نمایاں فرق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ حقایق اس دور کے تذکروں سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

فارسی شاعری کے آیئنہ میں اس عہد کے اقتصادی حالات کا عکس نہایت ہی صاف انداز میں دیکھا جاسکتا ہے۔ سیلاب کی وجہ سے پیدا شدہ قحطہ سالی اور تباہی و بربادی کا خاکہ اس دور کے متعدد نظموں میں کھینچا گیا ہے۔ افراسیاب خان (۱۷۴۵-۱۷۴۶) کی نایب صوبیداری کے زمانے کی اناج کی قحط سالی سے پیدا شدہ بحران کو خواجہ محمد اعظم دیدمری نے اپنے الفاظ میں اسطرح بیان کیا ہے۔

فشرد آنچنان قحط پای ثبات — کہ نایاب شد نان، چو آب حیات
دوصد منزل از دیگ شد آش دور — فراموش شد نام نان بر تنور

Scanned with CamScanner

ز قحط آتش دیگ دانہا بمرد   چہ قحطی کہ آتش از آن جان نہ برد ۱۵

اسطرح اعظم خان بہادر کی صوبیداری کے عہد میں قحط سالی اور اس سے پیدا شدہ دلخراش صورت حال سے متاثر ہو کر خواجہ محمد اعظم دیدمری نے ایک طویل مثنوی تخلیق کی ہے۔

ز بس در ضطرارند اهل کشمیر   غم خود هم نخورده هیچ کس سیر
زسوز جوع از بس آتش افروخت   بیاد دانه پختن اشتها سوخت
چو چشم مردمان از قحط برگشت   گرفته انقلاب از شهر تا دشت
نشان غله پیدا نیست یکسر   بغیر از حسن گندم گون دلبر
ترقی منحصر دانند مردم   در افزونی نرخ و کال و گندم
تنور آسا شکمها گشته بریان   بسوز آرزوی یک لب نان
بجز ماهی که دل فارغ زغم داشت   میسر نان و آبی از درم داشت
ز ماکولات حاصل غصه خوردن   بهای مشت شالی جان سپردن
ز انبار کسی گر دانه چیند   پی یک کال صد دشنام بیند
اگر جای ظهوری کرد مهمان   نمک دانش بود از شور و افغان
جهان پامال سر چنگ جفا شد   ز قحط آب و دانه کربلا شد
ز پا افتادگان سست حالی   همه سرچنگ خوار مشت شالی
بیاد کال ارزن محو خاکند   برای جو چو گندم سینه چاکند
جو و گندم اگر بیش کسی هست   چو شانه بر نمی دارند از و دست
شده هر فرقه غرق بحر تشویش   نخورده بهره غیر از حسرت خویش

Scanned with CamScanner

خلایق بر سر دریا و بازار   چو مور دانه جو خوارلکد خوار

چو مار گنج قوت هر که دمه   بغیر از خاک نیست از شهر تاده

سپاهی بسکه داده تن بمردم   غنیمت می شمارد زخم خوردن

هزاران بیت شاعر می سراید   ز بیت المال یک پشمش نیاید

تسلی می دهد مادر پی خواب   بطفل خویشتن از شیر مهتاب

نویسد کاتب از بهر تسلی   برنجی یافت اضطرلاب خودرا

بکسرت گفت خرادی بخاتون   نمانده در کفم جز چمچه خون

طبیت ازدیدن اهل مرض سیر   ز جستن همچو نبض مرده جاگیر

مکرر نسخهای نان و حلوا   منجم نفس را داده تسلی

نیاید چون بکار قوت زرها   برنج و جوازان به در نظرها

غذای اهل سودا غصه خوردن   محالست از تجارت سود بردن

همه افتاده در فکر مجالند   ز شب تاروز محو این خیال اند

کمیت فکر هر سو می دواند   بغیر از سنبله برخی نداند

شده رومال آنکیس مجسم   مکدر ز اجتماع فاقه و غم

طریق قبض و داخل رفتش از یاد   قرح در قرع اش هرگز نیفتاد

گدایا بد اگر حب الملوکی   کند شاهانه با هر کس سلوکی

زفقر و فاقه بلبل بس نوا کرد   دگر باریزه گل اکتفا کرد

نبرده مورچه راهی به لشکر   بجز شیرین لب نو خط دلبر [۱۶]

اس بات کا ذکر نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے کہ مجموعی طور پر تاریخی اعتبار

سے اہم عمارتوں پر شعری عبارتیں کندہ ہوئی ہیں جو اُس وقت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو منکشف کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کے زمانے کا تعمیر کردہ ناگرنگر شہر کا دروازہ مثال کے طور پیش کیا جا سکتا ہے جس پر فارسی کلام سے اس کی تعمیر میں خرچ کل رقم، اہم معماروں، بومینہ اجرت پر مامور مزدوروں اور تاریخ تعمیر جیسے نکات پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً:

بنائے قلعہ ناگرنگر شد — بہ حکم پادشاہ داد گستر
سرِ شاہان عالم شاہِ اکبر — تعالیٰ شانہ اللہ اکبر
شہنشاہی کہ در عالم مثالش — نبوداست و نخواہد بود دیگر
کرودونہ لک از مخزن فرستاد — دو صد استاد ہندی جملہ چاکر
نکردہ ہیچ کس بیگار اینجا — تمامی یافتند از مخزنش زر
چل و چار از ظہورِ پادشاہی — ہزاروشش ز تاریخ پیمبر

ایضاً:

بنائے قلعہ ناگرنگر بہ عون اللہ — بحکم حضرت ظلّ اللہ اکبرشاہ
بسعیِ خواجہ محمد حسین گشت تمام — حقیر بندۂ از بندہایِ اکبرشاہ
بقایِ دولتِ این شاہ تا ابدبادا — بحقِ اشہدان الّا الہٰ الّا اللہ [17]

مغلیہ دور حکومت نے سرزمین کشمیر کو سب سے زیادہ اور عظیم تحفہ عطا کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس دور نے وادی کو سیاحتی نقشہ پر ابھار کر دنیا بھر میں مشہور معروف کر دیا۔ انہوں نے ان تمام مغل اور کشمیری شعراء کی فراخ دلانہ انداز سے سرپرستی کی جنھوں نے کشمیر کے پُرفریب حسن و جمال کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ اسطرح کشمیر

Scanned with CamScanner

کے دلفریب کوہساروں اور پُرکشش اور جاذبِ نظر گلستانوں کے ذکر سے ہماری فارسی شاعری کا ایک بڑا حصہ معمور ہے۔ اس تناظر میں جن مغلیہ شعراء نے اپنا بیش بہا شعری سرمایہ یادگار چھوڑا ہے اُن میں فیضیؔ، عرفیؔ، سلیمؔ، قدسیؔ، ظفر خان احسنؔ، فصیحیؔ، خصالیؔ اور میر الٰہی کے ساتھ ساتھ مغل حکمران جہانگیر، شاہجہان اور محمد شاہ کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ان شعراء نے کشمیر کے لازوال حسن کی اس فنکاری اور جمالیاتی محاسن کے ساتھ عکاسی کی ہے کہ فارسی کے دلوں میں ان کے اشعار کی قرأت کے ساتھ ہی کشمیر کی سیاحت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ اس تناظر میں جتنے بھی تخلیقی فن پارے معرض وجود میں آئے ہیں ان سب کو یہاں پر پیش کرنا ناممکن تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہے۔ تاہم مثال کے بطور چند ایک اشعار ملاحظہ کیجئے:

اگر فردوس بروی زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است (بادشاہ شاہجہان) ۱۸

کشمیر مگور شک پری خانہ چین است
القصہ بہشتی است کہ کہ برروئی زمین است (ظفر خان احسنؔ) ۱۹

☆☆☆

ہر سوختہ کہ می دانی گر کشمیر در آید
گر مرغ کباب است بابال و پر آید (عرفیؔ) ۲۰

کشمیر بود فصل خزان عالم نور بر طالب فیض دیدنش ہست ضرور
گوئی کہ درین باغ چمن سار، قضا آوردہ نہال شعلہ از خرمن طور (طغراؔ) ۲۱

Scanned with CamScanner

حاجی محمد جان قدسی نے کشمیر کی تعریف اور اس کی راہ کی صعوبتوں میں بہت اچھی مثنوی کہی ہے اس کے چند اشعار یوں ہے۔

بود قطع رہِ کشمیر مشکل | بہ حق نتواں رسید از راہِ باطل
مگر زین راہ باریکت خبر نیست | کہ گوئی کوہ را موی کمر نیست
ز بیم این رہ باریک خونخوار | خلد موی کمر در دیدۂ خار
گروہی دست از جان برفشاندہ | درین راہ چون گرہ برتار ماندہ
رہِ فقیر از رہِ کشمیر پیداست | کہ گامِ اوّل او ترکِ دنیاست
ازین رہ چون توان آسان گذشتن | کہ گام اوّل است از جان گذشتن
مسافر کی تواند زین بلاجست | مگر لغزیدن پا گیردش دست
رہی ہمچون دم شمشیر باریک | جہان در چشم رہ پیماش تاریک
رہی پیچیدہ تر از موی زنگی | بہ تندی چون دم تیغ فرنگی
زبس در رفتنش تدبیر کردہ | فلک را فکر این رہ پیر کردہ
ازین پیمانہای زندگی آہ | کہ پرمی گردد از پیمودن راہ [۲۲]

وادی کشمیر کے حسن و جمال کے گیت گانے والے شعراء کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ مغل حکمرانوں نے یہاں پر متعدد خوبصورت باغات کو بھی تعمیر کر کے اس کے پُرفریب حسن اور دلکشی میں اضافہ کیا۔ اس سے قسمت کی ستم ظریفی ہی کہیئے کہ ان میں سے صرف چند ایک ہی تاریخ کی تباہ کن آندھیوں سے محفوظ ہو کر آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ لیکن جو باغات تاریخ کے دھندکے میں تباہ و برباد ہوئے وہ شعراء کے کلام میں نہایت ہی صحت مندانہ میں لہلہاتے ہیں مثال کے طور پر باغ عیش آباد،

باغ بہر آرا، اور باغ شاہ آباد کا آج کہیں پر بھی وجود نہیں ہے البتہ اس عہد کی شاعری ہمیں ان باغات کا سیر بھی کراتی ہے۔اس سلسلے میں یہ اشعار ملاحظ کیجئے۔

باغ عیش آباد سے متعلق:

عیش آباد روضہ شاہی — از جہانگیر شہ چو یافت نظام
بہر تاریخ آن سروش بگفت — عیش آباد گلشن آرام ۲۳ے

وَباغ بحر آراء سے متعلق:

چون بہ کشمیر باغ بحر آراء — گلشنے تازہ گشت شہر آراء
ہفت منزل نشیمنِ خاص — ہاتفی گفت کاخ بہر آراء ۲۴ے

باغ شاہ آباد سے متعلق:

عروس گل چواز داماد گوید — جہاں آراء و شاہ آباد گوید
فتادہ این دو گلشن مست و شاداب — یکے بر آب دیگر بر لب آب ۲۵ے

اس کے علاوہ موجوہ باغات کی تعمیر اور عہد بہ عہد ترقی کے متعلق اس زمانے کی شاعری میں نہایت ہی اہم معلومات کا انکشاف ہوتا ہے۔مثال کے طور پر نسیم باغ کے متعلق تاریخ کے تمام مستند ماخذ خاموش ہیں۔لیکن صرف شاعری ہی کے ذریعے ہم جانتے ہیں کہ وہ شاہجہان نے ۱۶۳۵ء میں تعمیر کروایا تھا۔

در جہان چون بہ حکم شاہجہان — روضہ تازہ از نسیم آمد
کرد گل گشت آن چو شاہجہان — بلبل از شاخ گل کلیم آمد
گفت تاریخ دوحہ شاہی — ''از بہشتِ عدن نسیم آمد ۲۶ے

Scanned with CamScanner

کتابیات

۱۔خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، نسخہ نمبر۔۱۸۴۳، فولیو۔۵۶

۲۔خلیل مرجان پوری، تاریخ کشمیر۔نسخہ نمبر۸۰۰، ص۱۱۳، علامہ اقبال لائبریری، محکمہ تحقیق و اشاعت دانشگاہِ کشمیر

۳۔خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، ترجمہ مع حواشی پروفیسر شمس الدین احمد، چھاپ نازیہ پرنٹرس دہلی اپریل ۲۰۰۱ء

۴۔نامعلوم مصنف، بہارستان شاہی، ترتیب ومقدمات ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری، چھاپ جے۔کے۔آف سیٹ پرنٹرس ۳۱۵ جامعہ مسجد دہلی ۱۲ستمبر ۱۹۸۲ء ص ۴۲۹

۵۔ایضاً ص ۴۲۹

۶۔خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، ترجمہ مع حواشی پروفیسر شمس الدین احمد، چھاپ نازیہ پرنٹرس دہلی اپریل ۲۰۰۱ء ص ۱۹۰۔۱۸۹

۷۔نامعلوم مصنف، بہارستان شاہی، ترتیب ومقدمات ڈاکٹر اکبر حیدری، چھاپ جے۔کے۔آف سیٹ پرنٹرس ۳۱۵ جامعہ مسجد دہلی ۱۲ستمبر ۱۹۸۲ء ص ۴۴۴

۸۔ملا طاہر غنی، دیوان غنی، ترتیب جدید محمد امین داراب کشمیری ص ۸۴

۹۔ابوالفضل، آئین اکبری، انگریزی ترجمہ از بلاک مان جلد، چھاپ کلکتہ ۱۹۲۵ء 'تعارف'

۱۰۔خواجہ حبیب اللہ حبی، دیوان حبی، نسخہ نمبر۔۱۸۲۱، فولیو۔۱۸، ۱۷

۱۱۔خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، نسخہ نمبر۔۱۸۴۳، فولیو۔۱۷۸

۱۲۔خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، ترجمہ وحواشی ڈاکٹر خواجہ یزدانی، ناشر جموں اینڈ کشمیر اسلامک ریسرچ سینٹر ۱۹۹۸ء ص ۲۵۶

Scanned with CamScanner

۱۳۔ خواجہ حبیب اللہ حبی، دیوان حبی، نسخہ نمبر۔۱۸۲۱، فولیو۔۲

۱۴۔ ملا محمد حسین، ہدایت الاعمیٰ، نسخہ نمبر۔۹۲، فولیو۔۲۷

۱۵۔ خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، نسخہ نمبر۔۱۸۴۳، فولیو۔۲۰۵

۱۶۔ ایضاً، فولیو۔۱۸۲

۱۷۔ یہ چند اشعار شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں تعمیر کردہ ناگر نگر شہر کے کاٹھی دروازے پر نقش کروائے گئے تھے اور آج بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

۱۸۔ بیربل کاچرو، مجموع التواریخ، نسخہ نمبر۔۱۴، علامہ اقبال لائبریری، محکمہ تحقیق و اشاعت دانشگاہ کشمیر فولیو نمبر۔۱۷

۱۹۔ خواجہ محمد اعظم دیدمری واقعات کشمیر، ترجمہ وحواشی از ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی، ناشر جموں اینڈ کشمیر اسلامک ریسرچ سینٹر ۱۹۹۸ء ص ۲۱

۲۰۔ عرفی شیرازی، دیوان عرفی، نسخہ نمبر۔۱۱۱۳، فولیو۔۱۳۱

۲۱۔ خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، ترجمہ مع حواشی پروفیسر شمس الدین احمد، چھاپ نازیہ پرنٹرس دہلی اپریل ۲۰۰۱ء ص ۳۱۸

۲۲۔ خواجہ محمد اعظم دیدمری، واقعات کشمیر، ترجمہ وحواشی از ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی، ناشر جموں اینڈ کشمیر اسلامک ریسرچ سینٹر ۱۹۹۸ء ص ۳۱۴۔۳۱۳

۲۳۔ غلام حسن کھویہامی، تاریخ حسن جلد سوم ص ۲۸۸

۲۴۔ ایضاً ص ۲۸۹

۲۵۔ ایضاً ص ۲۹۷

۲۶۔ ایضاً ص ۲۹۲

☆☆☆

Scanned with CamScanner